[illegible] والی بھی نہ کاٹ سکتی.. اُس نے اپنی نابینائی میں پیڑھی کو تھام کر سمت کا تعین کیا اور وہ چھنک گلی میں سے آتی تھی. وہ [illegible] میں پاؤں دھرتی چوکھٹ کے ساتھ آ گئی اور اُس لمحے وہ چھنک اُس کی بے نور آنکھوں سے کانوں میں اُتر آئی..

''ماہلو..'' اُس نے جیسے چوکھٹ سے سرگوشی کی۔ ''یہ تو ہے دھیے؟''

چھنک جیسے اسی نام کی منتظر تھی.. رُک گئی..

''آہو چاچی.. میں ماہلو ہوں.. سلام اے..''

''وعلیکم سلام دھیے.. تیری بے بے تو تیرے وچھوڑے میں کملی ہو گئی ہے.. کوئی بھی جمعرات ہو وہ چوکھٹ پر بیٹھی [illegible] رہتی ہے.. بھائی محمد جہان بھی تو چارپائی سے لگ گیا ہے.. رب خیر کرے... پُتر کوئی دیا جنت کی بھی اُمید ہے؟''

گیلے اپلوں میں پھونکیں مارتی اُس ڈھلتی شام میں بہشت بی بی کے کان جو صبح سے منتظر تھے اُن میں ماہلو کی [illegible] کی پازیبوں کی چھنک تب آئی جب [illegible] بسم اللہ کہتی اُٹھ کھڑی ہوئی دھواں آلود [illegible] کو دوپٹے سے پونچھتی [illegible] کھڑی ہوئی..

[illegible] کو اپنے دانتوں تلے دبایا تو اُس میں گندھے چاندی کے تاروں نے اُسے [illegible] دی۔ پر وہ [illegible] آگے [illegible] کر چوہدرانی ماہلو کو سہارا دے کر گھوڑی سے اُتارا۔ پہلے تو وہ اپنے ماں باپ کے گھر کی چوکھٹ کو دیکھ کر [illegible] سے [illegible] سہارے کی [illegible] تھی..

وہ اپنے [illegible] کے ویہڑے میں داخل ہوئی تو دھریک کا وہ بوٹا جس کے ساتھ ساتھ وہ پلی بڑھی تھی اپنے زرد پتے [illegible] اور وہ پتے اُس کے [illegible] چہرے کو اور بھی زرد کر گئے..

دھواں آلود آنکھوں میں سے [illegible] بہشت بی بی آگے بڑھی.. دھریک کے زرد [illegible] زرد ہوتا چہرہ اُس کی ماہلو کا تھا اور وہ اُس کے گلے لگ گئی.. اُسے اُس کی ماں کو احساس ہوا کہ اُس کے رخساروں [illegible] ہے.. اُس کے سرسوں رنگ چہرے پر جدائی کی ایک نیم مردنی اور تھکاوٹ ہے اور اُسے اچنبھا بھی ہوا کہ [illegible] سے بچ جانے والی اُس کی بیٹی نے آج اپنے آپ کو اتنے ڈھیر سارے گہنوں سے کیوں بوجھل کر لیا ہے..

''بہشت بی بی..'' پچھلے کے اندر سے ایک چارپائی سے ایک لاغر آواز آئی ''ماہلو آئی ہے؟''

''آہو محمد جہان..''

''اُسے کہو کہ آ جائے..''

''اُسے اپنا سانس تو درست کر لینے دو.. آ جاتی ہے.. ماہلو..'' بہشت بی بی نے اُس کے سرد ہوتے رخساروں پر [illegible] ایک ایسی کلیجے کو کاٹنے والی تشویش سے کہا جو صرف ماؤں کے بدن میں سے تب جنم لیتی ہے جب کچھ نہ کچھ [illegible] ہے.. اور جو ہونا ہوتا ہے وہ اچھا نہیں ہوتا اور ہو کر رہتا ہے.. ''دھیے تو ٹھیک تو ہے ناں؟''

''آہو بے بے..''

ماہلو نے اپنے چار چفیرے ایک نگاہ کی' ہاتل کا یہی ویہڑا تھا جس میں وہ ایک چڑیا تھی.. کوٹھے تک جاتی سیڑھیوں کے نیچے جہاں گیلے اُپلے سلگ رہے تھے وہاں دودھ کی وہ چاٹی ہوا کرتی تھی جس کی سطح پر موٹی زرد رنگت کی بالائی کی تہہ ہولے ہولے دبیز ہوتی جاتی تھی اور وہ اپنی بے بے سے چوری چھپے گندم کے ایک تنکے سے اُس بالائی میں چھید کر کے دودھ سُڑک جایا کرتی تھی اور بے بے کو کچھ خبر نہ ہوتی تھی.. ''میری بہنیں' میرا نکا بھرا..... کہاں ہیں؟''

''وہ سب یہیں ہیں ماہلو.. پر تو ٹھیک ہے ناں؟''

''آہو بے بے.'' یہ کہتے ہوئے وہ اپنی ماں کی آغوش میں ذرا ٹھہر نہ سکی.. پر فوراً ہی سنبھل گئی.

ہر ماں.. کم از کم اُن گزر چکے زمانوں کی ماں اپنی کوکھ سے جنم لینے والوں کے چہرے پڑھ لینے پر قادر تھی.. اُس چہرے پر محبت کے کرشمے ہیں' دُکھ ہے یا سکھ یا کوئی ایسی سوگواری ہے جس کا انجام نہیں معلوم.. بہشت بی بی نے بھی اپنی بیٹی کے زرد سرسوں چہرے پر جو کچھ بھی رقم تھا وہ پڑھ لیا تھا ''تو ٹھیک نہیں ہے ماہلو.. مجھے بتا دے..''

اُس کے ماہلو کے زرد ہوتے چہرے پر ایک مُسکراہٹ نمودار ہوئی جو یہ کہتی تھی کہ ماں تیرے میں یہ درد اور بچھڑنے کا حال کس سے کہوں ''آج تجھے کیا کہوں' کہ وہ میری سوکن حیات بی بی بولی کا ایک پیالہ لے کر میرے پاس آئی کہ ماہلو ہماری بھوری بھینس نے ایک کٹی کو جنم دیا ہے تو یہ اس بھینس کے تھنوں میں سے برآمد ہونے والا پہلا دودھ ہے اس میں بڑی طاقت ہوتی ہے.. تیرے دن بھی ایسے ہیں کہ تجھے طاقت کی ضرورت ہے اسے پی لے.. تو میں نے بولی کا وہ پیالا پی لیا.. بے بے میرا [illegible] دیا تھا.. میں یہاں مرنے کے لیے آئی ہوں.. مجھے تو نے اُس وارے کے پار جہاں میں نے ایک مرتبہ پینگ جھوٹی تھی اُس کے پار قبرستان میں چاچے الف جیون کی قبر کے برابر دفن کرنا ہے.. ان سارے گہنوں زیوروں اور ٹومبوں سمیت جو میرے تن پہ ہیں!''

ماہلو کا یہ قصہ بے شک ایک داستان ایک عجوبہ سی کہانی لگتی ہے.. لیکن ایسا ہوا تھا اور بلا مبالغہ سو فیصد ایسا ہی ہوا تھا..

اُس کی موت کے بعد امام بخش حواس کھو بیٹھا تھا اور دیپا پور کے قبرستان میں ماہلو کی قبر کے سرہانے ایک چھپر ڈال کر اُس میں رہنے لگا تھا.. وہ پورے دو برس وہاں مقیم رہا پھر کوٹ مراد واپس آیا لیکن ککن پور کے راستے جہاں کی سب سے بدنام طوائف شیداں پاؤنڈوں والی کے ساتھ نکاح کر کے وہ اُسے اپنے ساتھ لے آیا اور حیات بی بی سے کہنے لگا ''تو نے ماہلو کو زہر دیا.. نہ میں تیرا گلا گھونٹوں گا.. نہ ٹوکے سے تیرے ڈکرے کروں گا.. میں تجھے ایسی سزا دوں گا کہ تو دن رات تڑپے گی.. رو رو کر مجھ سے معافی کی خواستگار ہو گی پر میں تجھے بخشوں گا نہیں.. تو نے ماہلو کو قبول نہیں کیا تھا تو اب اس کشتی کو قبول کر.. آج سے یہ تیری سوکن ہے' گھر کی مالکہ ہے.. اور تو اس سے مانگ کر روٹی کھائے گی.. اس گھر میں میری خواہش پر دن رات مجرے ہوں گے.. اس کے عاشق آئیں گے اور تو.. اُن کی خدمت خاطر مدارات کرے گی اور اپنے ہاتھوں سے اپنی سوکن کو گھنگھرو باندھا کرے گی..''

اور دن رات ایسا ہی ہونے لگا..

UrduPhoto.com

[illegible] کے پورے تین برس بعد ماگھ کے مہینے کی پہلی جمعرات کو حیات بی بی نے اپنے کپڑے پھاڑ دیے [illegible] اب وہ تھی، آٹے کا ڈھیر تھا اور ایک چھلنی تھی... وہ آٹے کو چھلنی میں چھانتی رہتی۔ ایک بار چھانتی اور پھر اُس [illegible] چھاننے میں جت جاتی... اُس نے آٹے کے اُس ڈھیر کو سینکڑوں بار تو چھانا ہوگا۔ ایک روز اُس کے چہرے [illegible] میں آٹے کے ذرے اُسے ایک بھتنی کی شکل دیتے تھے جب امام بخش نے اُس کا ہاتھ پکڑا اور گھسیٹتا ہوا [illegible] تک لے گیا۔ "اب تو بھی وہاں جا جہاں ماہلو چلی گئی ہے... دفعان ہو چڑیلے..."

اس [illegible] داستان میں کہیں یہ درج نہیں کہ حیات بی بی اُس چوکھٹ کے پار ہو کر کہاں گئی... کب تک زندہ رہی... البتہ امام بخش نے اُسی روز شیداں پاؤنڈوں والی کو طلاق دی اور اُس کی جھولی سونے کے پاؤنڈوں سے بھر کر اُسے رخصت کر دیا۔

[illegible] کبھی بھاروںیا پور کے جاٹوں کے دارے میں شیشم کے درخت کی ٹہنیوں سے بندھے جھولے کی رسّی کو تھام کر [illegible] روتا رہتا... ماہلو کو دفن کر کے جب وہ وہاں آیا تھا تو لوگوں نے دیکھا کہ اُس کی داڑھی چٹّی سفید ہو چکی [illegible]

ایک صبح جب [illegible] تیلی جاٹوں کے دارے میں داخل ہوا تو اُس نے دیکھا کہ جھولے کی رسّی چوہدری امام بخش [illegible] بندھی ہے اور وہ مر چکا ہے...

UrduPhoto.com

اُس کروندیے سانپ کو یوں محسوس ہوا جیسے اُسے کالا شاہ کاکو کے دھان کے کھیتوں میں تیرنے والے اور ویران کھیتوں میں اُگنے والے ایک چمکیلے چاندی رنگے سانپ نے ڈس لیا ہے.. وہ اتنی اذیت میں تھا..

یہ کروندیا گاؤں سے [illegible] جہاں جو ہری کی باس گرمی کی شدت میں جھلسی ہوئی بمشکل پہنچی تھی۔ مالے کے باغوں سے بھی پرے جہاں ہریاول یکدم منقطع ہو جاتی تھی اور ایک رڑ کا ہموار میدان جس کی مٹی میں کنکر اور ٹھیکریاں گڑے ہوتے تھے اور وہ شکر دوپہر میں یوں سلگنے لگتے تھے کہ اُن میں سے دھواں اُٹھتا دکھائی دیتا تھا اور وہاں ہریاول کا ایک تنکا بھی ناپید تھا.. جس کے بارے میں جاٹ کہتے تھے کہ ہمیں حافظ جی جانے دوزخ سے کیوں ڈراتے ہیں اس سے بڑھ کر [illegible] وہ ہو بچی چمکیلیوں اور کھیتوں کے چوہوں کو نگلنے کی آرزو میں اُن سلگتے کنکروں اور ٹھیکریوں پر اپنا کول بدن سمیٹتا سکڑتا [illegible] سکتا تھا اور اُس پر کوئی عذاب نہ اُترتا تھا بلکہ وہ اُس سمٹنے اور بدن کے سکڑنے سے کسی حد تک لطف اندوز ہوتا تھا..

لیکن..

آج.. اپنے بل کی تاریکی [illegible] اذیت بھرے عذاب میں مبتلا تھا.. وہ طیش میں آ کر اپنی زبان سرسراتا تو اُس پر بل کی مٹی ٹھہری جاتی.. وہ اُس اذیت کو برداشت نہ کر سکتا تھا جو زمین کے اندر ہی اندر ایک ملفوف دھمک کے ساتھ اُس کے کانوں پر نہیں کہ وہ نہیں تھے اُس کے چمکیلے بدن پر مسلسل دستک دیتی تھی.. ویسے بھی وہ ان دنوں بے حد حساس ہو چکا تھا.. بے آرام اور بے چین تھا کہ اُس کے بدن کو ملفوف کیے جو کینچلی تھی وہ بے جان اور مردہ ہو کر اُتر جانے کو تھی.. اُس نے کئی بار اُس رڑ کے میدان میں کنکروں پر لوٹ کر اُن کی رگڑ سے اُس کینچلی کو اُتارنے اور اُس سے چھٹکارا حاصل کرنے کی کوشش کی تھی لیکن شاید وہ ابھی تک مکمل طور پر خستہ نہ ہوئی تھی اور وہ اُس میں سے کسمسا کر باہر نہ آ سکا.. اسی لیے وہ ضرورت سے زیادہ حساس اور سست ہو چکا تھا۔

یہ زمین کے اندر ہی اندر سفر کرتی دھمک کی اذیت ہی اُسے یوں محسوس کرنے پر مجبور کر رہی تھی کہ جیسے ایک چمکیلے چاندی رنگے سانپ نے اُسے ڈس لیا ہے۔ کروندیا غریب تنہا نہ تھا جو اِس عذاب کو سہتا تھا۔

وہ شریف النفس صوفی منش ٹھیکلا جو دنیا پور کے قبرستان میں ماہلو کی پکی قبر کے اندر شکھ چین کی حیاتی بسر کرتا تھا اُس کی بوسیدہ ہڈیوں میں اور کبھی کھوپڑی کے اندر خوابیدہ رہتا تھا.. البتہ کبھی کبھار وہ ذرا بے آرام ہوتا.. اُسے واہمہ ہوتا

UrduPhoto.com

[illegible] جیسے جھول رہی ہیں.. اور وہ گواہ تھا کہ اُن ہڈیوں میں گہنے پروئے ہوئے تھے۔ کھوپڑی کے نیچے پورے [illegible] سونے کے گیٹھے مٹی میں ملے ہوئے تھے اور کولہے کی چوڑی ہڈی تلے ٹانگوں کی ہڈیوں کے آخر میں جو [illegible] کے گرد ایسی جھانجھریں دفن تھیں کہ اس چھپکلے کو کبھی کبھی گمان گذرتا کہ وہ کھنکتی ہیں.. اگرچہ کھنکتی ہیں [illegible] اس قبر سے باہر نہیں جاتی۔ یہ صوفی چھپکلا بھی اس دھمک سے جو زمین کے اندر سفر کرتی ماہلو کی قبر کے اندر [illegible] بہت بیزار تھا..

یہ دھمک جھانجھروں کی چھنک پر بھی اثر انداز ہوتی تھی۔ وہ دیر تک چھنکتی تھیں..

صرف وہ گروہڈیا اور یہ چھپکلا ہی نہیں.. دنیا پور کے آس پاس کی مٹی تلے.. زیرِ زمین جو بھی پوشیدہ تھے، وہ [illegible] بچھو، چھپکلیاں، کرلے، نیولے.. سانپ جتنے بھی تھے وہ بھی اُس مسلسل دھمک سے بیزار تھے جو مٹی [illegible] کرتی اُن کے بدنوں میں اترتی دھمک دھمک انھیں بے آرام کرتی تھی۔

یہ دھمک آ کہاں سے رہی تھی

[illegible] ان میں.. جہاں بہت سے سید کہلاتے لوگ نذر نیاز پر گذر اوقات کرتے تھے.. دنیا پور سے ایک روز [illegible] واقع اُس ویران گاؤں میں دو کوٹھڑیوں اور کچے صحن کا ایک گھر تھا جس میں دوسرے [illegible] وں کی نسبت [illegible] نہ تھا کہ وہاں [illegible] سوائے غربت کے.. کرم داد اور مولا داد اس گھر کے کمانے والے تھے، وہ پھوٹے کمانے تھے.. وہ سارا [illegible] اور شام ڈھلے گھر سے نکل کر زمینداروں کے کھیتوں میں سے چوری چھپے شلغم [illegible] یاں اور گاجریں [illegible] سے اپنا پیٹ [illegible] تے تھے اور بال بچوں کی بھوک کے لیے بھی کچھ سامان [illegible] تے تھے... یہ نہیں کہ وہ گئے [illegible] جو کام وہ جانتے تھے [illegible]

[illegible] دو تین برس کے بعد کرم داد اور مولا داد کا کچا کوٹھا باقاعدہ دیسی گھی کے چراغوں سے جھلملانے لگتا.. وہ [illegible] کے کرتوں اور جاپانی والے لٹھے کی شلواروں میں اتراتے پھرتے اور اُن کے بال بچے بھی غربت کی [illegible] چہکنے لگتے.. چاندنی راتوں میں دنیا پور کے سانسیوں کی بستی سے حاصل کردہ گنڑ کی شراب بھر بھر [illegible] کرتے، خوب اودھم مچاتے اور کوٹ سیداں کے باسی جان جاتے کہ انھیں بالآخر وہ کام مل گیا ہے جو وہ [illegible]

یہ مستی چند روز کی ہوتی اور اُن کا کچا گھر پھر سے عسرت کی سیاہی میں روپوش ہو جاتا۔

[illegible] دراصل کنواں کھودنے کے ماہر تھے۔

[illegible] کا بچپن اُن کے بڑوں کے کھودے جانے والے کنوؤں کے کیچڑ میں لت پت گزرا تھا، اور اس کے سوا [illegible] کام آتا ہی نہ تھا.. وہ دعویٰ تو یہی کرتے تھے کہ اُن کے آباؤ اجداد مغل بادشاہوں کے مقابر اور باغات کو پانی [illegible] کنویں کھودنے کے ماہر تھے..

UrduPhoto.com

اور روز روز کنویں کون کھدواتا ہے۔ اگر وہ ایک عام کاشت کار ہو، مغل بادشاہ نہ ہو۔ چونکہ اُن دنوں قناعت بہت تھی جو دراصل کاہلی کی ایک معزز قسم ہے چنانچہ یہ کہاوت عام تھی کہ جس شخص کو دودھ کا ایک پیالہ اور گندم کی دو روٹیاں مل جائیں اُسے اور کیا چاہیے۔۔اور برسوں بعد کسی نمبردار یا چوہدری کو خیال آ جاتا کہ اور بھی بہت کچھ چاہیے کیوں نہ میں اپنی زمینوں پر ایک کنواں کھدوا کر اُن کے بنجر پن اور ویرانے کو سرسبز، خوشحالی میں بدل دوں۔ لیکن ایک کنواں کھدوانے کے اخراجات اتنے تھے کہ متعدد بار لوگ قلاش ہو گئے اور کنواں نامکمل رہا۔ کرم داد اور مولا داد بھی منہ بھر کر رقم طلب کرتے اور پھر جتنے مزدور معمور ہوتے وہ بھی اسے سخت جان مشقت قرار دے کر مزدوری کے علاوہ روزانہ پراٹھوں، انڈوں اور گوشت کی فرمائش کرتے۔ یوں اُس نمبردار یا چوہدری کا بھرکس نکل جاتا۔۔اسی لیے روز روز کنواں کون کھدواتا تھا؟ محمد جہان اگرچہ خصلت میں ایک قناعت پسند درویش تھا لیکن اُس کے ذہن میں بھی یہی خیال آ گیا۔۔

اُس سنگریزوں سے سلگتے بے آباد ویرانے کو سیراب کیا جائے۔۔میں نے اپنی دونوں بیٹیاں بیاہنی ہیں، اپنے اکلوتے بیٹے عزیز جہان کے مستقبل کو ... ایک پیالہ ... اور گندم کی دو روٹیاں میرے لیے تو کافی نہیں ہیں۔

تو یہ دھمک زمین میں سفر کرتی دھک دھک۔۔ کروندیے، ٹھیکلے اور ... والوں کو ایک عذاب میں مبتلا کرتی۔۔یہ کرم داد اور مولا داد کی کدالوں میں سے جنم لے رہی تھی جو محمد جہان کے لیے ایک کنواں کھود رہے تھے۔۔اُن درجن بھر مصلیوں اور دین دار مزدوروں کے بیلچوں کی زمین میں اُترنے کی آوازیں تھیں۔۔جو اُن کے معاون ...

UrduPhoto.com

... جاٹ ... اپنی جوتی ... میں داب کے ننگے پاؤں سفر کرتا اور جب کوئی گاؤں آتا تو اُسے پہن کر اُس میں سے گزرتا ... اُسے بغل میں داب لیتا کہ کہیں وہ خراب نہ ہو جائے۔ کسی مرگ پر افسوس کرنے کی خاطر یا کسی پیدائش کی مبارکباد دینے کے لیے گزرتا۔

یا پھر کوئی دشتوں کا مارا ... اُس اناج کے دانے کسی ایسے ور کی تلاش میں جس پر وہ پڑا رہے۔۔ڈم ہلاتا رہے اور اُسے دو وقت کی روٹی مل جائے۔

یا کوئی میراثی داوا جو اپنے چوہدری کی بیٹی کا رشتہ پکا کرنے کی خاطر طویل مسافت کرتا ہو۔

کوئی مجذوب۔ کلائیوں میں کھنکتے آہنی کنگنوں کو ایک ڈنڈے سے مضطرب کرتا ''جس ویلے یعقوب نبی تھیں یوسف ہویا راہی'' گاتا اُس ویرانے میں سے گزرتا۔

تو وہ ٹھٹک جاتا۔

دنیاپور کے محلِ مغربی سے پرے۔۔جوہڑ اور مالٹے کے باغوں سے پرے جو ایک بے آب و گیاہ ویرانہ ہے جہاں تھوہر کے پودے بھی بمشکل پنپتے ہیں، وہاں اُس کے درمیان میں یہ موج میلہ اور رونق کیسی ہے۔ ویرانے میں یہ انہونی بہار کہاں سے آ گئی ہے۔۔

محمد جہان ہمہ وقت نگرانی کے لیے وہاں موجود ہوتا۔ کرم داد اور مولا داد اور درجن بھر مزدوروں کے معاوضے اور اُن کے روٹی پانی کے بندوبست پر اُس کے بھڑولے جو کنک سے بھرے تھے، خالی ہوتے چلے جاتے تھے۔ چنانچہ وہ موجود

[illegible] تھا۔ ٹک کے ایک ایک دانے کا حساب رکھتا تھا۔

بے شک اُسے اپنی بیٹیوں کے بیاہوں کی تشویش تھی، اکلوتے بیٹے کے مستقبل کی فکر تھی لیکن اس کے باوجود [illegible] کبھی کہ اُسے یکدم ایک کنواں کھدوانے کا خیال آ گیا۔

اُس کا ایک اور سبب بھی تھا۔

اُس کے دائیں بازو سے لپٹا ہوا ایک سانپ تھا جو اُس کے خوابوں میں چلا آتا تھا۔

بچپن میں۔۔شاید وہ تب سات برس کا تھا یا بارہ برس کا بھی ہو سکتا تھا۔۔کہ گاؤں میں عمروں کا کچھ حساب نہ ہوتا تھا۔ [illegible] حساب یہ ہوتا تھا کہ جب طاعون کی وبا پھیلی تھی، جلیانوالہ میں انگریزوں اور سکھوں کے درمیان جنگ [illegible] انگریز پورا ہندوستان ہارتے بال بال بچے تھے تب۔۔کچھ سکھ فوجی دنیاپور میں سے گزرے تھے اور پیاسے تھے اور [illegible] نے اُن کو پانی پلایا تھا۔۔جب جلیانوالہ [illegible] رائل ایئر فورس کے پنکھے والے جہازوں [illegible] تھے تب۔۔فلاں [illegible] ہوا تھا۔ تو یہ ایسا کچا پکا حساب تھا۔ محمد جہان اُسی [illegible] والے ویرانے میں اپنے باپ [illegible] تھا [illegible] دھوپ اور گرمی کی سختی شدت سے کہیں پناہ نہ تھی۔۔اُس نے وقت گذاری کے لیے اپنی جھجھر کے پانی [illegible] ڈالنے شروع کر دیے جن کے اندر کچھ بھی ہو سکتا تھا۔ عام طور پر موٹے چوہے ہوتے جو پانی سے خوفزدہ [illegible] اور پُرلطف [illegible] تعاقب کرتا اور انہیں جوتے مارتا بلکہ جو بل میں سے سر نکالتے وہ انہیں دبوچنے کی کوشش بھی کرتا [illegible] کو بالآخر جب اس نے گردن سے دبوچ لیا اور اُسے کھینچ کر بل میں سے باہر نکالنے کی کوشش کی تو وہ [illegible] گیا کہ وہ چوہا نہیں [illegible] طویل سانپ تھا۔ اُس کا خیال تھا کہ وہ اس چوہے کو بھی گردن سے دبوچ کر باہر نکالے گا [illegible] پھینکے گا اور پھر اُس کا تعاقب [illegible] سانپ نکلنے کی بجائے اُس کے بازو [illegible] لپٹ گیا اور اُسے یوں کسنے لگا۔ جیسے وہ ایک شکنجے میں جکڑا گیا ہو۔ جیسے ایک گنا بیلنے میں آ جاتا ہے۔۔

وہ دونوں اپنی اپنی بقا کی جنگ لڑنے لگے۔

محمد جہان اس ناگہانی آفت سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتا تھا۔ وہ اُس کا سر دبوچے ہوئے تھا، اپنی گرفت ڈھیلی [illegible] کہ اگر وہ ایسا کرتا تو وہ اُسے ڈس لیتا اور وہ سانپ اگر اس کے بازو کے گرد اپنی گرفت ڈھیلی کر دیتا ہے تو [illegible] اُسے ہلاک کر دے گا۔

وہ دونوں اُس سناٹوں بھری گرم دوپہر میں سلگتے ویرانے میں اپنی اپنی جان بچانے کی خاطر گرفت ڈھیلی کرنے کا [illegible] نہ لیتے تھے۔

[illegible] کی یہی جدوجہد پہروں جاری رہی۔

ایک چٹیل ویران میدان میں ایک بچہ بہت ڈرا ہوا۔ اور اُس کے بازو کے گرد ایک سانپ لپٹا ہوا جس کی گردن [illegible] گرفت میں ہے اور وہ دونوں یہ نہیں جانتے کہ اب کیا کریں۔

UrduPhoto.com

پہروں بیت گئے۔

محمد جہان روتا رہا، خوفزدہ فریاد کرتا رہا۔ پر وہاں کون سننے والا تھا۔ ایک بچہ بے شک کتنا ہی نڈر ہو اگر ایک زہریلا سانپ ایک گرم سناٹے کی ویرانی میں اُس کے بازو سے لپٹا ہو اور اُسے شکنجے میں کستا ہو تو وہ فریاد کرنے لگتا ہے۔ بلکنے لگتا ہے کہ مجھے بچا لو۔

یقیناً سانپ بھی اُسی خوفزدہ حالت میں تھا کہ کس مصیبت میں پھنس گیا ہوں اور وہ بھی من ہی من میں دوہائی دیتا تھا کہ.. مجھے بچا لو۔

دوپہر ڈھلنے لگی۔

اور پھر دور سے ایک گھڑسوار آتا دکھائی دیا۔

وہ قریب آیا۔

ایک بچے کو سراسیمگی اور دہشت زدہ سکوت میں ایک ویرانے میں ایک ڈھلتی دوپہر میں دیکھا تو رُک گیا اور فوراً ہی آگاہ ہو گیا کہ بچے کی یہ کیفیت کیوں ہے۔ اُس کے ننھے مُنے بازو کو ایک سانپ نے اپنی لپیٹ میں لیا ہوا تھا جس کا سر اس کی مختصر مٹھی میں بھنچا ہوا تھا۔

وہ اپنی گھوڑی سے اُترا۔ نہایت احتیاط سے پھونک پھونک کر قدم دھرتا محمد جہان کے نزدیک ہوا ''حوصلہ رکھنا ہے جوان... جو میں کہتا ہوں کرتے جاؤ۔''

[illegible] جہان نے [illegible] ہلا دیا۔

''آرام سے جہاں کھڑے ہو وہیں بیٹھ جاؤ۔''

اُس کے بیٹھنے کے عمل نے سانپ کو چوکنا کر دیا اور اُس نے اپنی پکڑ مزید مضبوط کر دی۔

''اب آہستہ سے اپنا بازو نیچے کرو اور سانپ کے بدن کو ان سنگریزوں پر یوں رگڑو جیسے آری آگے پیچھے کرتے ہیں.. اُس کا سر نہ چھوڑنا۔''

UrduPhoto.com

محمد جہان نے اُس کی ہدایات پر عمل کیا۔ گرم اور سلگتے ہوئے سنگریزوں پر سانپ کا کومل بدن بار بار رگڑنے سے بری طرح چھلنے لگا تو اُس نے نڈھال ہو کر اپنی گرفت ڈھیلی کر دی اور پھر ہولے ہولے اُس کے بل کھلتے گئے اور وہ بے جان سا ہو کر اُس کے بازو سے لٹک گیا۔

''ابھی اُس کا سر نہیں چھوڑنا۔'' گھوڑی سوار نے تنبیہ کی ''اب اسے اپنے سر کے اوپر سے لے جا کر یوں گھماؤ جیسے امرودوں کے باغ کا رکھا گوپیا گھما کر طوطوں کو اُڑاتا ہے۔ ایسے گھماؤ زور زور سے اور پھر یکدم اپنی مٹھی کھول کر اسے اپنے سے دور پھینک دو۔''

سانپ زیادہ دور نہ گرا کہ محمد جہان نے اُسے ایک دو مرتبہ ہی گھما کر پھینک دیا تھا۔ گھوڑی سوار نے فوراً اپنی جوتی اُتاری اور اُس کی جانب لپکا لیکن اس سے پیشتر کہ وہ اُسے کچل سکتا، سانپ اپنے ادھ موئے پن سے باہر آ کر ایسا سبک رفتار ہوا کہ پل بھر میں جانے کہاں غائب ہو گیا۔

"یہ تو اچھا نہیں ہوا۔" گھوڑی سوار کے چہرے پر افسردگی تھی۔ "یہ سانپ نہایت کینہ پرور ہوتے ہیں، بھولتے نہیں جہاں تم نے آئندہ زندگی میں احتیاط کرنی ہے۔" وہ محمد جہان کے پاس چلا آیا جواب بھوں بھوں کرتا ناک سے بہتے جا رہا تھا اور اُس کا خیال تھا کہ یہ گھوڑی سوار اُسے دم دلاسہ دے گا۔ لیکن اُس نے جیسے محمد جہان نے بازو گھما کر سانپ پرے پھینکا تھا ایسے اپنا بازو گھما کر اُس کے گالوں پر ایک ایسا زوردار سنسناتا ہوا تھپڑ رسید کیا کہ وہ اوندھا ہو کر اُسی گرم تھڑیوں پر جا گرا جن پر اُس نے ابھی ابھی سانپ کے بدن کو رگڑا تھا۔ "اوئے بہن کے خصم۔ آئندہ ایسا کرو گے، سانپ کو پکڑو گے؟"

"نہیں چاچا۔" وہ بلبلایا۔

اُس نے اپنی جوتی پہنی اور گھوڑی پر سوار ہو کر اپنے راستے پر چلا گیا۔

تو محمد جہان اگر اُس چٹیل [illegible] خالی کرتا ایک کنواں کھدوا رہا تھا تو اُس کا ایک سبب یہ بھی تھا، وہ اُس سانپ سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتا تھا جو اب بھی جب کہ وہ بال بچوں والا ہو چکا تھا اُس کے خوابوں میں سرسراتا تھا۔ اُس کے بازو کے گرد لپٹا جاتا تھا۔ اور ہمیشہ اُس کا سر اُس کی مٹھی میں سے نکلا جاتا اور وہ اُس کے [illegible] ہوتا جب اُس کی آنکھ کھل جاتی۔ صبح ہوتی تو اُس کا دایاں بازو دُکھ رہا ہوتا جیسے ابھی ابھی گرفت سے آزاد ہوا ہے۔ [illegible] نے کا ایک ہی طریقہ تھا کہ اس ویرانے کو آباد کر دیا جائے، وہاں کھیت کھلیان لہرانے لگیں جہاں وہ رہتا تھا۔ وہ اُن کی ہریالی میں مدغم ہو جائے گا، ہمیشہ کے لیے تحلیل ہو جائے گا۔

ایک سانپ کی عمر اتنی طویل نہیں ہوتی کہ وہ آپ کے بچپن سے لے کر ادھیڑ عمری تک چلا آئے لیکن اُس کی دہشت ہمیشہ زندہ رہتی ہے۔

آس پاس کے جتنے گاؤں تھے۔ کوٹ مراد۔ پیر کوٹ۔ بیکا چیمہ۔ نت کلاں۔ لدھے والا۔ فیروز والا۔ اور جتنے بھی تھے وہاں دھوم پڑ گئی کہ دیپ پور کا نمبردار محمد جہان ایک چٹیل میدان میں کنواں کھدوا رہا ہے۔ اور وہاں میلہ لگ گیا۔ لوگ دور دور سے چلے آتے اپنی جوتیاں بغلوں میں دابے اور سارا سارا دن اُس تماشے کو دیکھتے رہتے۔ یہ اُن کی تفریح کا ایک انوکھا سامان تھا۔ صبح سویرے سرگی ویلے جو عورتیں باہر بیٹھنے کے لیے اپنے آپ کو چادروں میں لپٹی کھیتوں میں جاتی تھیں، وہ کماد اور ونڈالے میں روپوش ہو کر فارغ ہوتیں تو اُس کنویں کا رُخ کر لیتیں جہاں کرم داد اور مولا داد اور [illegible] ابھی اُس نرم مٹی پر بے سدھ پڑے خراٹے لے رہے ہوتے جو اُنہوں نے پچھلے روز کنویں میں سے نکالی تھی۔ وہ عورتیں ذرا جھجک کر اُن نیند میں گم مردوں سے پردہ کرتیں، کنویں میں جھانک کر "ہائے ہائے" کرتیں اور اُس زیارت کے بعد گھروں کو لوٹ جاتیں۔

دن چڑھتا۔ کرم داد اور مولا داد کے خوابیدہ چہروں پر مکھیاں بھنبھنانے لگتیں۔ اُن کی ناکوں میں عنایت بی بی نائن کے اور دیگر گھروں کے پراٹھوں کی مہک اُترتی تو وہ بیدار ہو جاتے۔ اپنے ساتھیوں کو جگاتے، پراٹھے کھا کر انہیں میٹھی

لسی سے حلق سے اُتار کر اپنے کام میں جُت جاتے۔۔عنایت بی بی اُن کی سرکاری باورچن مقرر کی گئی تھی جو اُن کے کھانے پینے کا بندوبست کرتی تھی۔

موج تو بچوں کی تھی، جن کے غول چلے آتے اور ہر ایک کی کوشش ہوتی کہ وہ کسی ایسی جگہ پر قبضہ کر لے جہاں سے کنوئیں کے اندر جھانکنے سے آخری گہرائی تک نظر چلی جائے۔۔

وہ منہ کھولے۔۔بھوکے پیاسے اُس میں جھانکتے رہتے۔۔

اور اس جھانکنے کا سبب بھی کچھ اور تھا۔۔

اُنہیں انتظار تھا۔۔کہ کب بالآخر کنوئیں کی تہہ میں سے پانی اُبلتے ہیں اور کب اُن میں سے اُن کا ظہور ہوتا ہے جن کے وہ منتظر تھے۔۔

مناسب اور طے شدہ گہرائی کے بعد وہ کنواں جو ابھی ایک گڑھا تھا اُس کے اندر سرخ اینٹوں کی چنائی ایک دائرے کی شکل میں کی جانے لگی۔ ایسی [illegible] سکتے تھے۔۔

یہ گول چنائی [illegible] کے اندر سے برآمد ہو کر زمین کی سطح پر پہنچی اور پھر ایک [illegible] سے بلند ہو کر دور سے ایک سربریدہ مینار کی [illegible] نظر آنے لگی۔۔

UrduPhoto.com

مشکی کالے ناگ ایسی سیاہ مونچھوں کو بل دے کر بخت جہان نے کنیز فاطمہ کی جانب دیکھا..
اس کے جیسی کی امرت کور کے بدن میں مشکی بھی رگیں، شریانیں اور بناوٹیں تھیں وہ ابھی تک ایک منہ زور گھوڑی کی مانند تنی اور کسی ہوئی تھیں۔ ان پر بخت جہان کے ... اس کے پہلے شوہر ارجن سنگھ کے نطفے سے جنم لینے والے دو ... کے کچھ آثار نہ تھے۔ ایسے بیٹے جو اتنے جوان جہان ہو چکے تھے کہ ان کے ... کے تہبند کھڑ کتے تھے.. پھر بھی امرت ... کچھ بھی نہ ... نہ ہوا تھا.. اور بخت جہان جب بھی اس کی جانب ایک نظر کرتا تو اس کے تہبند میں کھڑ کتا رہتا..
"امرت کورے.."
"..." ... جب یوں دیکھا
کہ بخت جہان ... چپ کر رو دیا کہ اس کی آنکھوں میں ... اس کے بدن کی ... ہوئی تھی۔
"بول جہانیاں.."
حافظ جی نے ... اسے کلمہ پڑھوا کر مسلمان کیا تھا.. امرت کور سے کنیز فاطمہ کیا تھا تو اس نے سب سے پہلے ... یہ کیا تھا کہ بخت جہان کے حقے کی نڑ ... منہ سے لگا کر وہ تمباکو جو اس پر پہلے ایک ... ہونے کی حیثیت سے حرام تھا، ... ایک طویل کش لیا تھا۔ یہ اس کی دیرینہ آرزو تھی۔ اس نے بخت جہان کے حقے پر انحصار نہ کیا اور اپنے لیے ایک ... حقے کا بندوبست کر لیا اور وہ اس کی ٹوپی میں کڑوا ترین تمباکو بھر کر اس کے کش لگاتی۔ دھوئیں کو اپنے پھیپھڑوں میں ... دیرینہ آرزو پوری کرتی تھی..
"بول جہانیاں.."
"اوئے کچھ نہیں.." بخت جہان نظر چرا کر اس سے پرے اصطبل میں بندھی اتھری کو دیکھنے لگا جس کا مشکی دھڑ ... ہوئے دھوپ میں آ رہا تھا اور اس کی کھال بھی امرت کور کی مانند مشکی ہوئی اور کسی ہوئی تھی۔ شہوت بھری تھی.. اس پر سوار ہونے کو جی چاہتا تھا..
اور امرت کور اس شخص کی ہوس بھری آنکھیں اپنے کسے ہوئے بدن میں سمونے لگی جس کی خاطر اس نے اپنا گھر بار اجاڑا تھا.. اپنے دھرم سے منہ پھیر لیا تھا.. اپنا منہ کالا کر لیا تھا کہ جو کوئی بھی اپنے آبائی مذہب سے منہ موڑتا ہے اس کے منہ پر کالک مل جاتی ہے.. پر عشق کا سیندوری ہاتھی دین مذہب کو روندتا چلا جاتا ہے.. اور وہ روندی گئی تھی..

✦ .... ✦

دنیا پور مدتِ قدیم سے جاٹ کاشتکاروں کی ایک بستی چلی آتی تھی اور یہ پنجاب کے بیشتر دیہات کی مانند ہندوستان کی دھرتی شہ رگوں، سیاسی اُتار چڑھاؤ اور زمانے کی رفتار سے الگ تھلگ جنگلوں بیلوں ویرانوں اور دریا کناروں آباد ایسی بستی نہ تھی کہ دو [illegible] برس ادھر یا اُدھر ہو جانے [illegible] سے کچھ فرق نہ پڑے اور وہ ویسی کی ویسی ہی رہے جیسی کہ وہ بھی تھی۔ دنیا پور ذرا جدا تھی... جی ٹی روڈ اس کے کناروں سے لگ کر [illegible] دلی کی جانب چلی جاتی تھی یا شائد وہاں سے چلی آتی تھی اور پشاور پہنچ جاتی تھی.. اس کے پہلو بہ پہلو ریلوے کی پٹری بھی جاتی تھی اور آتی تھی.. آبادی سے کچھ دور ایک ویران ریلوے سٹیشن تھا جہاں دن میں دو مرتبہ رونق ہو جاتی تھی یعنی دو پسنجر گاڑیاں [illegible] رکتی تھیں اور رکتے ہی پھر [illegible] کوئی [illegible] یا اس پر سوار ہو [illegible]... دنیا پور [illegible] والے کو دیگر مسافر [illegible] ڈبے کر حرکت کرتی ہوئی ٹرین میں سے اتارتے تھے اور وہیں سے سوار ہونے والوں کی [illegible] گٹھڑیاں وصول کر کے پھر انہیں ڈبے میں کھینچ لیتے تھے.. اجناس کی ایک اہم منڈی بھی تھی جس کے آڑھتیوں کا رابطہ گاؤں والوں سے [illegible] ہوتا تھا۔ جب فصلیں پکتی تھیں.. چنانچہ دنیا پور پنجاب کے [illegible] دیہات کی مانند پسماندگی کے کامل پن میں بے خبر خوش و خرم [illegible] رہتی تھیں.. لیکن یہ خبریں بھی جی ٹی روڈ، ریلوے سٹیشن اور اجناس کی منڈی تک ہی محدود رہتیں جاٹوں کے اُن محلوں تک نہ پہنچ پاتیں جو جی ٹی روڈ سے دور ایک بڑے جوہڑ کے کنارے پر آباد تھے.. ان جاٹوں کے پاس زمینوں کی نسبت تفاخر زیادہ تھا اور انہیں اپنی بے خبری اور پسماندگی پر ناز تھا۔ البتہ ان محلوں کے بارے میں کہا جا سکتا تھا کہ یہاں دو چار سو برس اِدھر یا اُدھر ہونے سے انہیں کچھ فرق نہ پڑتا تھا.. یہ ویسے کے ویسے ہی تھے جیسے کہ کبھی تھے..

جی ٹی روڈ کے آس پاس کشمیریوں کی اکثریت تھی..

یہ کشمیری لوگ جاٹوں کے نزدیک نہایت کم ذات اور حقیر مخلوق تھے.. ان کے کمین ہونے کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہو سکتا تھا کہ وہ ہر کام کر گزرتے تھے جو جاٹوں کے نزدیک معیوب ٹھہرتا تھا.. وہ سٹیشن سے لے کر جی ٹی روڈ تک تانگے چلاتے تھے اگرچہ تب کُل تین تانگے ہی ہوا کرتے تھے.. بازار میں ہٹیاں ڈال کر کپڑا فروخت کرتے تھے.. جوتیاں گانٹھنے بیٹھ جاتے تھے.. جولاہوں کی مانند کھڈیوں پر دریاں اور کھیس بنتے تھے.. اڈے میں بس داخل ہوتی تو وہ پکوڑے اور سوڈے کی بوتلیں فروخت کرنے سے بھی باز نہ آتے تھے.. وہ کسی بھی کام کو عار نہ سمجھتے تھے یہاں تک کہ درزیوں کا کام بھی کر

UrduPhoto.com

[illegible] کے قریب بڑے برگد کی چھاؤں میں تربوز اور خربوزوں کے انباروں پر کھڑے انھیں فروخت کرنے لگے پڑتے تھے۔ ایسے بے حیا لوگ تھے۔ جاٹوں کے نزدیک ایسے کام تو صرف اچھوتوں کے کرنے کے لائق ہوتے تھے۔ جنس انسانی کی برتری تو صرف زمین میں ہل چلا کر اس میں سے خوراک پیدا کرنے والے جاٹ ہی ثابت کرتے تھے۔

محلہ مغربی جاٹ کاشتکاروں کا گڑھ تھا۔ یہاں وہ ریلوے سٹیشن اور جی ٹی روڈ سے منہ موڑے اپنی محدود دنیا میں گم تھے۔ اپنی نسلی برتری کے خمار میں پُرتکبر وہ اپنے سوا دیگر تمام ذاتوں کو حقیر جانتے تھے اور یہ تکبر گھی کے خالی ٹین کی مانند کھوکھلا تھا جس کے اندر تو کچھ نہ تھا پر وہ کھڑ کھڑ بہت کرتا تھا۔ ان کی ملکیت میں جو زمینیں تھیں وہ بھی قدرے مختصر تھیں جن میں سے وہ مشکل دن رات کمر توڑ مشقت کرنے کے باوجود پورے برس کے دانے حاصل نہ کر سکتے تھے۔ فصل کٹنے پر چند مہینے ڈٹ کے کھاتے، خوب موج میلہ اور دنگا فساد کرتے اور پھر بقیہ برس گندم کی دو روٹیاں اور کچی لسی اُن کے نصیب میں ہوتی۔ فاقوں کی نوبت بھی آ جاتی۔ [illegible] کوئی کمین ویہڑے میں داخل ہو کر سلام کرتا تو اُس کی گردن مزید اکڑ جاتی۔ اُس کی جھولی میں کچھ نہ کچھ ڈال دیتے اور خود بھوکے سو رہتے۔ شادی بیاہ اور سوگ کے موقعوں پر ساہوکار کے دروازے پر جا دستک دیتے کہ لالہ زمین گروی رکھ لو۔ سود پر کچھ رقم دے دو۔ دھی رانی کے لیے کچھ گہنے بنانے ہیں اور [illegible] ایسی کرنی ہے کہ شریکوں کے کلیجے راکھ ہو جائیں۔ یا چاچے کی فوتیدگی ہو گئی ہے تو برادری کو زردے [illegible] تھے اور کھاتے [illegible] وقت پر کام آنے والے ایماندار لوگ تھے۔ بہی کھاتوں کے پکے تھے، پر بُرے لوگ نہ تھے۔ وہ ان جاٹوں کے اجڈ پن سے واقف تھے پر اُس کا ناجائز فائدہ نہ اٹھاتے تھے بلکہ اکثر انھیں صائب مشورے دیتے تھے کہ چوہدری اپنی ساری زمین گروی نہ رکھ۔۔ بیٹی کی شادی پر ہاتھ زیادہ کھلا نہ رکھو۔ تمہارے مولوی صاحب نے تمھیں نہیں بتایا کہ تمہارے پیغمبر صاحب نے اپنی بیٹی [illegible]۔۔ پر جاٹ اُس مقدس حوالے سے قائل ہونے والے کہاں تھے۔۔ وارے وارے جائیے اپنے نبی پاک کے پر۔ اُن کے ہم جیسے شریک تو نہ تھے۔۔ وہ راٹھ تو نہ تھے۔۔

جاٹوں کے یہ محلے عسرت کی تصویر تھے، گھروندے کچے تھے۔ ان کے درمیان صرف ایک ہی تین منزلہ نیلی اینٹوں سے تعمیر کردہ برجیوں اور گیلریوں والا ایک پکا چوبارہ تھا جو ان کے کچے گھروں کو تقابل میں نمایاں کرتا تھا۔ اور یہ چوبارہ دنیا پور کے ان درزیوں کا تھا جو پہلی جنگ عظیم میں کسی نہ کسی طرح برما جا آباد ہوئے تھے اور وہاں انگریز فوج کی وردیاں سینے کا کام کر کے بے پناہ دولت کما کر واپس دنیا پور میں آئے تھے اور یہ چوبارہ تعمیر کرایا تھا۔ بے شک یہ ایک سربلند عمارت تھی پر اُس میں رہتے تو کمین درزی ہی تھے ناں۔۔ اور اُس چوبارے کے سائے میں بخت جہان کا گھر یا چھوٹی سی حویلی تھی۔ اور وہ مسلسل ان درزیوں کو اپنی پاٹ دار آواز میں ماؤں اور لڑکیوں کی گالیوں سے نوازتا رہتا تھا کہ اُس چوبارے کی تعمیر کے باعث اُس کے صحن میں دھوپ کم اُترتی تھی۔ سائے بڑے ہو گئے تھے۔۔

محلہ مغربی کے بہت سے مکین ایسے تھے جو برس ہا برس سے جی ٹی روڈ تک بھی نہیں گئے تھے۔۔ جی ٹی روڈ سے پرے کچھ کھیت تھے۔ امرودوں کا ایک باغ تھا اور پھر ایک ویرانہ تھا جس کے پار دنیا پور کا ریلوے سٹیشن ایک جزیرے کی

مانند تنہا تھا.. اور اُس جزیرے میں دن میں صرف دو بار ٹرین کی کشتی لنگر انداز ہوتی.. اُس میں سے دو چار مسافر اپنے تھے تہبند اور گٹھڑیاں سنبھالتے اُترتے اور اگر اُن کی جیب میں دو چار پیسے ہوتے تو کسی ایک تانگے میں سوار ہو جاتے ورنہ گٹھڑی سر پر رکھ کر جی ٹی روڈ کی جانب چلنے لگتے۔ ان میں سے بیشتر کشمیری ہوتے جو لاہور شہر سے ضیاری کا سامان خرید کر واپس آ رہے ہوتے.. بہت کم کوئی جاٹ ہوتا کہ اُن کا باہر کی دنیا سے کوئی واسطہ نہ تھا۔

البتہ کبھی کبھار ٹرین میں سے کچھ سکھ سردار بھی اُترتے..

نوخیز بھی اور بوڑھے کھوسٹ بھی..

نوخیز نوجوانی کے بخار میں دہکتے وحشی شکلوں والے سردار لاہور شہر میں کوئی ہیجان خیز منڈوا دیکھ کر آنے والے.. اور ناف تک آتی سفید ریشمی داڑھیوں والے عمر رسیدہ سردار دربار صاحب امرتسر میں متھا ٹیکنے کے بعد.. سروں پر شوخ رنگوں کے شلوکے باندھے لوٹتے ہوئے.. ان سب کا رُخ محلّہ مغربی سے بالکل مخالف سمت میں واقع سٹیشن سے پرے نت کلاں یا ٹبکے چیمے کی جانب ہوتا... ریلوے لائن کے پار جو ایک قدیم قبرستان تھا اُس کی گھنی بیریوں کے سائے میں کچھ گھوڑیاں [illegible] ہوتیں اور وہ اُن بزرگ سکھوں کے لیے وقف ہوتیں جو دربار صاحب سے لوٹتے تھے.. وہ اپنی داڑھیاں سنوارتے [illegible] پاگیں سنبھالتے.. کلائیوں میں کھنکتے لوہے کے کڑوں کو محسوس کرتے اور اپنے ماتھے پر اُس دربار کا لمس محسوس کرتے جس کی بنیاد میاں میر صاحب نے رکھی تھی [illegible] پر سوار ہو کر یا تو نت کلاں کی جانب روانہ ہو جاتے اور یا پھر [illegible] کہ نت کلاں میں مسلمان جاٹوں کے دو چار نت گھرانے تھے اور اُن کے سوا تمام سکھ جاٹ تھے.. اور ٹبکا چیمہ میں بھی سکھوں کی اکثریت تھی..

UrduPhoto.com

نت کلاں میں [illegible] زور آور بانکا پُر تکبر سردار لہناں سنگھ تھا... [illegible] کا بیلی اور سب سے گوڑھا یار.. اُس کی ملکیت میں جو زمین تھی وہ بھی کچھ زیادہ نہ تھی [illegible] سے ہوتی تھی۔ پر نت کلاں صرف اُس کے نام سے جانا جاتا تھا کہ چوہدری ہونا سردار ہونا صرف زمین کی وسعت پر منحصر نہیں ہوتا بلکہ ایک قدیم پُر تکبر وجاہت.. رکھ رکھاؤ.. میل جول.. ایک بڑے دل.. مہمان نوازی اور ذات کی برتری پر منحصر ہوتا ہے اور یہ ساری خوبیاں یا خامیاں سردار لہناں سنگھ میں بدرجہ اتم موجود تھیں..

وہاں نت کلاں میں بہت سے سردار اُس سے کہیں بڑھ کر زمینوں والے متمول تھے پر وہ لہناں سنگھ کے رعب داب کے آگے نہ ٹھہرتے تھے.. نت کلاں میں شام ڈھلے جو بھی مسافر پہنچتا تھا وہ روٹی کھا.. دودھ کے ایک پیالے.. ایک بستر اور اگر وہ مسلمان ہے تو ایک حقّے کا طلبگار ہوتا تھا تو وہ لامحالہ سردار لہناں سنگھ کا مہمان ہوتا تھا.. چاہے وہ خود اُس رات بھوکا سو جائے.. کچے فرش پر سو جائے پر اُس مہمان کو روٹی، دودھ کا ایک پیالہ، ایک بستر اور ایک حقہ ضرور مہیا کر دیا جاتا.. بے شک تمباکو سکھ مذہب میں حرام ہے پر لہناں سنگھ اپنے ہاتھوں سے کڑوا دیسی تمباکو مسل کر حقّے کی ٹوپی میں رکھ کر اُس پر سلگتے ہوئے اُپلے جما کر اپنے مسلمان مہمان کے آگے رکھ دیتا..

محمد جہان کی مانند لہناں سنگھ بھی اپنے گاؤں کا نمبردار تھا.. نمبرداری کا معزز عہدہ آبائی ہوتا تھا اور نسل در نسل ایک

[illegible] میں منتقل ہوتا چلا جاتا تھا۔ چنانچہ یہ ضروری نہ تھا کہ نمبردار گاؤں کا سرکردہ اور امیر ترین شخص ہی ہو.. عدالت [illegible] میں کسان جتنی درخواستیں گذارتے تھے وہ مقامی نمبردار کی تصدیقی مُہر کے بغیر قبول نہیں کی جاتی تھیں.. یہ سرکاری [illegible] اُس کے لیے روزگار کا وسیلہ بھی بنتی تھی کہ ہر تصدیق کے لیے اُن دنوں چار آنے ادا کرنے ہوتے [illegible] کی بیوی بھی نمبردارنی کے لقب سے جانی جاتی تھی.. نت کلاں میں مثل مشہور تھی کہ ایک روز لہناں سنگھ کی ماں [illegible] اُس کو میکے کی جانب سے چار سیر چاول ملے اور اُس روز وہ سارا خاندان دو روز سے فاقے میں تھا کہ زندگی [illegible] میں ہی گذرتی تھی.. اُس کی ماں وہ چاول دیگچے پر چڑھانے کو تھی کہ ایک میراثن نے آ سوال کیا کہ [illegible] سردار نے.. نمبردار نے.. بھاگ لگے رہیں.. تیری آل اولاد کی خیر.. گھر میں کھانے کو کچھ نہیں ہے تو اُس نے [illegible] سارے چاول اُس کی جھولی میں اُنڈیل دیے تھے۔

تو لہناں سنگھ کچھ بڑا زمیندار نہ تھا.. وہی ایک پُر تکبر.. رکھ رکھاؤ والا مہمان نواز اکھڑ جاٹ تھا.. دنیا پور کے [illegible] کے ساتھ اُس کا یارانہ ایک مدت سے چلا آتا تھا.. اُن دونوں کی [illegible] ایک دوسرے سے خاصی مختلف [illegible] بخت جہان ایک منتقم مزاج، ایک چڑیا کی اُڑان کو بھی نہ بخشنے والا.. محنت مشقت کے قریب بھی نہ پھٹکنے والا، [illegible] ایک تنکا بھی نہ توڑنے والا.. بھائی محمد جہان کی کمائی پر عیش کرنے والا اور اُسے دھمکیاں بھی دیتے [illegible] تھا.. جب کہ لہناں سنگھ کا مزاج اُس سے بالکل اُلٹ تھا.. وہ اپنے دونوں بیٹوں [illegible] اور نونہال [illegible] سے پیش [illegible] میں بھی پہل نہ کرتا.. وہ ایک نرم دل اور جذباتی شخص تھا.. اور بخت جہان کی سخت گیر [illegible] پر اُسے [illegible] کرتا رہتا.. البتہ اُن دونوں کے یارانے میں جاٹ ہونے کا فخر قدرِ مشترک تھا..

گاؤں کے لوگ اپنی کھیتی اور فصلوں کا حساب دیسی مہینوں کے حوالے سے رکھتے تھے اور انہیں ہفتے کے دنوں [illegible] حساب نہ ہوتا تھا سوائے ایک دن.. [illegible] کی شام کو بخت جہان اتھری یا مرزے کی [illegible] میں سے کسی ایک کا انتخاب کرتا.. اُس کے بدن پر کھرکنا پھیر کر اُسے نہلاتا اور پھر کڑوے تیل کی مالش کرتا.. کم از کم [illegible] اور ایک ٹوپی بھی کھلاتا اور پھر اُس پر کاٹھی ڈال کر سوار ہوتا اور اُس کے مالش اور گڑ اور گھی سے چونکے ہو چکے [illegible] کا رُخ نت کلاں کی جانب کر دیتا.. محلہ مغربی کی گلیوں میں سے گذرتے ہوئے اُس کی گھوڑی کی ٹاپوں کی آواز [illegible] کے مکین اندازہ لگا لیتے کہ بخت جہان حسبِ معمول اپنے یار لہناں سنگھ سے ملنے کے لیے نت کلاں جا رہا ہے..

[illegible] کے پار ہو کر جب وہ ریلوے سٹیشن کے دوسری جانب واقع قبرستان تک پہنچتا تو اندھیرا اُتر آیا ہوتا اور وہ گھوڑی کی [illegible] میں ڈھیلی کر دیتا اور وہ خود بخود کچے راستے پر اُڑنے لگتی.. ہوائیں پیچھے رہ جاتیں.. صرف راستے پر اُٹھنے والی [illegible] دیتی کہ بخت جہان کی گھوڑی کے سُم زمین پر لگتے ہیں اگرچہ وہ اُڑتی جا رہی ہے..

نت کلاں کے راستے میں جو دو چار ڈیرے اور کنوئیں تھے اُن میں بندھے بیل اور گھوڑے بھی اتنے آشنا ہو چکے [illegible] ٹاپوں کی تال کے فرق سے جان جاتے کہ آج بخت جہان اتھری کا سوار ہے یا مرزے کی بچی کا..

لہناں سنگھ بنیادی طور پر ایک خلوت پسند شخص تھا.. اُس کا حلقۂ یاراں دراصل صرف حلقۂ یار یعنی بخت جہان تھا،

UrduPhoto.com

کبھی کبھی جب اُس کا ہاتھ کُھلا ہوتا تو وہ اپنے یار کے لیے گوجرانوالا کے ٹھیکے سے ولائتی شراب خرید لاتا.. عام طور پر کیکر کی شراب کے مٹکے ہی تواضع کے لیے بندوبست ہوتے.. ان جمعراتی محفلوں میں بخت جہان نصف مٹکا پینے کے باوجود قائم دائم رہتا پر لہناں سنگھ بہک جاتا اور پگڑی اُتار کر اپنے بال کھول دیتا اور اپنے بیٹوں اور گھر والی امرت کور کو گالیاں دینے لگتا.. بیٹوں سے اُسے شکایت تھی کہ وہ ذرا نسوانی لگتے تھے.. ان کا سانس پکا نہ تھا اور ہل چلاتے ہوئے بھی ذرا ٹھکتے تھے اور ماں کے ساتھ چپٹے رہتے تھے.. امرت کور سے اُسے کوئی اور گلہ تھا جس کا وہ اظہار نہ کرتا تھا۔

اور اُس دوران جیسے غیب سے اُن کے سامنے بکی ہانڈیوں میں دیسی گھی میں بُھنا ہوا گوشت ظہور میں آ جاتا.. اور وہ اُس پر جانوروں کی مانند پل پڑتے..

مہینے کی دوسری جمعرات کو شام ڈھلے لہناں سنگھ بن سنور کے بسنتی رنگ کی پگڑی باندھ کے اپنی گھوڑی پر سوار ہو کر اُس کا رُخ دنیا پور کی جانب کر دیتا۔

بخت جہان بھی اُس کی مدارات کا مناسب بندوبست کرتا.. سرو [illegible] کی تیار کردہ کیکر کے پہلے توڑ کی وہ شراب جس میں اُنگلی ڈبو کر اُسے دیا سلائی دکھا دی جائے تو وہ انگلی ایک مشعل بن کر بھڑ کنے لگتی تھی۔

جمعراتوں کا یہی بخت جہان اور لہناں سنگھ کا آنا جانا لگا رہا..

اور یہ امرت کور اُس کی لہناں سنگھ کی گھر والی کوئی معمولی گھر کی نہ تھی.. [illegible] اکھڑ اور اجڈ مرد

امرت

امرت سنگھ نے اپنی بیٹی امرت کور کی چال ڈھال اور ایک کھلی دعوت ایسی بے باکی بدن کی تب ہی محسوس کر لی تھی جب وہ ابھی صرف بارہ برس کی تھی اور اُسے احساس ہو گیا تھا کہ اُس بے قابو ہو جانے والی روح کو جلد از جلد کسی شخص میں کس دینا بہتر ہوگا.. اور گورنمنٹ کلاں کا توانا مضبوط قامت تو جوان لہناں ہی موزوں تھا..

لیکن کچھ ایسا ہوا کہ لہناں سنگھ کے لیے امرت کور اُس کی ایک ایسا شکنجہ ثابت ہوئی جو اُسے سانس نہ لینے دیتا تھا.. دن رات مصروف رکھتا تھا.. دو بیٹوں کی پیدائش کے باوجود امرت کور کی ہوس میں کمی واقع نہ ہوئی تھی یہاں تک کہ لہناں سنگھ لاغر ہونے لگا اور وہ اپنی صحت کی بقا کی خاطر ایک الگ کمرے میں سونے لگا..

وہ بھی مہینے کی پہلی جمعرات تھی جب امرت کور ایک بھڑکتے ہوئے چولہے پر بکی ہانڈی چڑھائے اپنے خصم کے یار کے لیے بڑا گوشت بھونتی تھی اور اُس نے اپنے مُنہ اور ناک پر دوپٹہ باندھ رکھا تھا تا کہ اُس گوشت کی مہک اُس کے اندر نہ جائے۔ گوشت بڑا تھا اور حلال بھی تھا.. بخت جہان کو اُس نے آج تک دیکھا نہ تھا.. صحن میں بندھی اُس کی گھوڑی اُس کی بجتی ہوئی آواز کے سوا وہ اُسے جانتی نہ تھی.. ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے وہ جھٹکے سے پرہیز کرتا تھا اور لہناں سنگھ اُس کے لیے خصوصی طور پر رحوبر والے سے فرمائش کر کے کوئی بچھڑا حلال کرواتا تھا اور صرف اُس کا بُھنا ہوا گوشت اُس کے آگے رکھتا تھا.. اگرچہ اُسے اُس حلال گوشت میں وہ ذائقہ محسوس نہ ہوتا کہ اُس کے اندر کا سارا خون تو بہا دیا گیا اور خون کا ہی تو ذائقہ ہوتا ہے باقی تو سب پھوک ہوتا ہے جیسے ایک بیلنے کے اندر میں سے گذرنے والے گنے کا رس بہہ جاتا ہے اور باقی پھوک رہ جاتا ہے لیکن اُس کے باوجود وہ اپنے یار کا دل رکھنے کی خاطر وہ گوشت جھنجھوڑتا ہوا نعرہ لگاتا

UrduPhoto.com

[illegible] ہے وہ جھلکے میں کہاں.. تو مہینے کی، شائد جیٹھ یا ہاڑ کی پہلی جمعرات تھی۔ امرت کور بھنے ہوئے گوشت [illegible] اُس چوکھٹ کے ساتھ لگ کر کھڑی ہوگئی جس کی دوسری جانب لہناں سنگھ اور بخت جہان جتنی شراب پی [illegible] تھے اور بھنے ہوئے ماس کے منتظر تھے۔

[illegible]

لہناں سنگھ اپنے خمار میں گم بخت جہان کو لعن طعن کر رہا تھا کہ تو کیوں اپنے سگے بھائی محمد جہان اور اُس کی آل [illegible] رکھتا ہے جب کہ تو اُنہی کی کمائی پر چوہدری بنا بیٹھا ہے۔ جب چوکھٹ سے لگی امرت کور کی آواز آئی [illegible]

گھر کی شراب کا ایک مٹکا ابھی آدھا پڑا تھا..

لہناں سنگھ نے اُس مٹکے کو ٹھوکر مارتے، سر جھٹک کر.. اور اُس جھٹک سے اُس کے کھلے بال بھی جھٹکے گئے، پکارا [illegible] ہے؟"

بخت جہان نے بھی اپنی جھوم میں سے سر اٹھایا "اوئے کون اے کڑی یا ہوا؟"

امرت کور [illegible] کی رمزیں پہچانتی تھی۔ اُس نے نہایت دھیرج سے کہا "میں ہوں لہنیاں.. امرت کور... یہ بھنا ہوا [illegible] رکھ جاؤں.."

UrduPhoto.com

[illegible] ورذرا [illegible] کی کہ وہ آج تک ان دونوں کی خلوت میں نہ گئی تھی..

"آ [illegible] امرت کورے.. سنگھ آ تیں چٹھیاں والا وے امرت کورے.."

لہناں سنگھ کی اُس [illegible] سے محسوس ہوتا تھا کہ وہ آج کچھ زیادہ ہی بہک گیا تھا [illegible] اپنی شراب نوشی کی کچھ [illegible] رکھی تھیں جن میں امرت کور [illegible] بڑے بھائیے کے سامنے بھی تھوڑی [illegible] گھونگھٹ نکال کر آتی تھی.. وہ ذرا جھجک گئی کہ لہناں سنگھ نے آج تک اُسے کبھی اندر آنے کے لیے نہیں کہا تھا [illegible] لہناں سنگھ نے اُسے بخت جہان کی پسندیدہ گالی سے نوازا "کڑی یا ہوئیے آ جا".. تو اُس نے جھجکتے ہوئے اہتمام [illegible] کے دوپٹے کو ماتھے سے کھینچ کر ٹھوڑی تک لے آئی اور سلگتے ماس کی کچی ہانڈی کے کناروں کو ایک دسترخوان کی مدد [illegible] ہاتھوں میں تھام کر چوکھٹ کی اوٹ سے نکل کر اُس کے پار قدم رکھا.. لہناں سنگھ کے کھلے کیس اُس کے چوڑے [illegible] تک اُترے تھے اور بخت جہان اُس کے سامنے آلتی پالتی مارا بیٹھا تھا۔

ململ کے دوپٹے میں سے اُسے پہلی بار بخت جہان کا چہرہ دکھائی دیا۔ امرت کور کی چھاتیاں پگھل گئیں.. قمیض [illegible] کی دو ندیوں میں بدل گئیں جو بھاپ دیتی ہولے ہولے بہتیں اُس کے درمیان میں دفن ہونے لگیں..

بخت جہان کی نیلو نیل آنکھیں برچھیوں کی مانند اُس کے دہکتے بدن میں اُتر گئیں.. جیسے گری پہ آئی ہوئی ایک [illegible] اضطراب اور بے ہوس بدن میں شکاری کے دو تیر کھب جائیں..

بخت جہان کی ستواں ناک ایسی تر کھی اور تیز تھی جیسے کرپان کی دھار ہو جس نے اُس کے سینے کو چیر کر رکھ دیا۔

ہونٹ کسی حد تک زنانیوں والے باریک تھے جیسے خربوزے کی دو پتلی پھانکیں ہوں.. رنگ روپ چاٹی میں بلوئے جانے والے مکھن میں بدلتے گاڑھے دودھ ایسا تھا.. اگرچہ وہ آلتی پالتی مارے بیٹھا تھا، پر لگتا تھا کہ اُس کی پگڑی کا شملہ چھت کے شہتیروں کو جا چھوئے گا.. وہ اتنا دراز قامت تھا اور اُس کی پگڑی میں سے گردن پر اترتی بالوں کی لٹیں نیم سنہری تھیں..

امرت کور پر کوئی ایک قیامت نہ تھی جو ٹوٹ پڑی، وہ پگھلی ہوئی، گھائل ہو چکی چیری گئی.. پر ضبط کر گئی.. ظاہر نہ ہونے دیا۔ اُن قیامتوں کو سہار گئی جو پل دو پل میں اُس پر گزر گئی تھیں اور اُس نے جھک کر نہایت تحمل سے گوشت کی ہانڈی اُن دونوں کے درمیان میں رکھ دی.. جب وہ ہانڈی رکھنے کے لیے جھکی ہے تو بخت جہان کی نیلی آنکھوں کے سامنے اُن کی سطح پر آ گئی.. گھونگھٹ کے اندر اُس کا ماتھا جو اُس کی آنکھوں کے برابر میں آ گیا تھا وہ بھی نیلا پڑنے لگا.. عشق کا ہاتھی سندوریا اُسے روند چکا تھا.. ایک شادی شدہ عورت ہونے کے باوجود وہ تقریباً جوان بیٹوں کی ماں ہونے کے باوجود وہ روندی گئی تھی..

یہ نہیں کہ بھابھی امرت کے [illegible] گوشت کی ہانڈی [illegible] جب اُسے رکھنے کے لیے جھکی ہے اور اُس کا ماتھا اُس کی آنکھوں کے سامنے آیا ہے اور ململ کے دوپٹے کے پار اُسے جو شکل نظر [illegible] ہے تو وہ بے اثر.. ٹھنڈا ٹھار بیٹھا رہا.. کیکر کی پیلے [illegible] شراب کا کچا پیالہ اُس کے باریک لبوں کو چھونے کو تھا جب وہ اُس کے سامنے جھکی ہے اور وہ پوری کی پوری آنکھوں، رنگ روپ اور نین نقش سمیت بخت جہان کے خون میں گھل کر اور پھر اُس [illegible] سطح پر ابھر کر ایک بادبانی کشتی [illegible] تھیں مارنے لگی.. اُس [illegible] سرشندگی سے سر جھکا لیا کہ اپنے [illegible] یاری تھر والی تو گویا ایک [illegible] ہوئی ہے اور اُس [illegible] کو ایسی نظروں سے تکنا.. بے [illegible] اور بے شرمی کی انتہا کے سوا اور کچھ نہ تھا..

اُس کی حیات میں [illegible] زیاں اور مضبوط بدن کی مانچنیں تھیں جن کے لیے اس سے بڑھ کر فخر کی کوئی بات نہ تھی کہ بخت جہان ایسے چوہدری نے راہ چلتے انہیں دیکھ کر ایک کھنگورا مارا تھا اور ایک سرگوشی میں صرف اتنا کہہ کر گزر گیا تھا کہ سوہنیے کبھی میری طرف بھی پھیرا تو ڈال.. اور وہ اپنے خاوندوں اور بھائیوں سے چوری چھپے اپنے من کی مرضی سے اُس کے ہاں پھیرا ڈال دیتیں.. اگرچہ ایک جاٹ اور چوہدری ہونے کے ناطے کچھ زور زبردستی بھی اُس کے لیے جائز تھی کہ کسی کی مجال تھی کہ وہ چوں بھی کر جاتا پر وہ اُس کا قائدہ نہ اٹھاتا تھا کہ اُسے خود سے مان جانے والی عورتوں کی کچھ کمی نہ تھی.. البتہ ایک بار اُس کے یاروں نے اُسے ایک آزمائش میں ڈال دیا..

جوہڑ کا وہ حصہ جو جاٹوں کے چوپال کے عین سامنے واقع تھا خود رو بوٹی سے ڈھکا ہوا تھا اور جب سردیوں کی پہلی یخ بستہ رات آتی تو اگلی سویر اُس بوٹی پر کاسنی رنگ کے سینکڑوں کمیوں کے پھول کھلے ہوتے..

اُس جوہڑ کے کناروں پر ایک کچے کوٹھے کے آگے رکھا کمہار دین دنیا سے بے بہرہ اُس جوہڑ کی مٹی کو چاک پر چڑھا کر بھانڈے برتن ڈھالتا رہتا جو اُس کے رزق کا سبب بنتے تھے.. وہ اُس کے کوٹھے کے سامنے قطار اندر قطار

عورتیں اُن میں سے اپنے گھر کے لیے گھڑے، ہانڈیاں، رچنیاں، رکابیاں پسند کرتیں اور لے جاتیں۔
...کی ادائیگی ہمیشہ فصل آنے پر گندم یا گڑ کی صورت میں ہوتی تھی۔ روپے پیسے کا کچھ رواج نہ تھا۔
...بیٹی تھی صغراں جو بہت سوہنی تھی۔ ذہن میں یہ سوال تو سر اُٹھاتا ہے کہ آخر کمہاروں کی بیٹیاں ہی کیوں
...اس کا ایک عقلی استدلال موجود ہے۔ وہ اکثر سورج کی تپش سے محفوظ ایک بند کوٹھڑی میں یا تو چاک پر
...یا پھر اُس گندھی ہوئی مٹی میں لتھڑی ہوتی ہیں جس سے برتن بنائے جاتے ہیں۔ یہ بعد کے زمانوں کا
...تھا مٹی کیچڑ کا غسل۔ آپ اپنے تن بدن کو کسی اعلیٰ مٹی کے کیچڑ سے پوت لیتے ہو اور پھر اُس مٹی کو اپنا
...دیتے ہو۔ تو کمہاروں کو اُن بیت چکے زمانوں میں بھی "مڈ باتھ" کی سہولت حاصل تھی۔ اسی لیے وہ
...سے دور مٹی میں لت پت نکھرتی جاتی تھیں۔ چنانچہ تقریباً ہر تیسری چوتھی کمہارن ایک سوہنی ہو جاتی تھی۔

صغراں کبھی کبھار اپنی اندھیاری کوٹھڑی میں سے نکلتی۔ جوہڑ میں دو چار ڈبکیاں لگاتی۔ اپنے گیلے بالوں میں
...پھول سنگھارتی اور واپس... میں دھوپ سے نڈھال بھنگڑا ڈالتے
...چہرے کے سر... نے بخت جہان کو برانگیختہ کرتے کہا تھا "او... جہانیاں۔ اگر تو صغراں کمہارن
...کے ایک پھول کو بھی اُتار لائے تو میری گھوڑی بستی تیری۔"
...کی یہ گھوڑی بستی ایسی تھی کہ کل عالم پر راج کرتی تھی۔

... زور گھوڑیاں

UrduPhoto.com

...لوتی سنستاتی دوپہر میں جب بے رنگ نچڑے ہوئے آسمان پر چیلیں چیختی تھیں، بخت جہان رکھے
...کوٹھے کے پاس سے تب گذرا جب صغراں جوہڑ میں نہا کر نکلی تھی اور اپنے گیلے بالوں میں کیتیوں کے پھول
...

...کے اگلے روز بستی اُس کے اصطبل میں ہنہنا رہی تھی۔

...بخت جہان نے محض ایک گھوڑی کے چاؤ میں صغراں کمہارن کے کچے بدن کو اپنے چاک پر چڑھا کر اپنی
...ایک ایسے کوزے میں ڈھال دیا تھا جو کنوارا نہ رہا تھا پر اس کوزے کی مٹی کے ہر ذرے میں وہ گوندھتا صغراں کو
...یوں ہوا کہ بخت جہان بھی اُس کے کچے بدن کی انچھوئی مہک کا اسیر ہوا اور اُس نے صغراں کے
...گذاری کہ تو میری گھر والی ہو جا پر وہ نہ مانی۔ جہانیاں تُو نے مجھ پر جو ستم ڈھایا میرے کوزے کو برباد کر دیا
...ایک گھوڑی کے لالچ میں کیا تو جا اُس گھوڑی سے بیاہ کر لے۔

دو چار ہفتوں کے بعد صغراں اپنی من مرضی سے پیر کوٹ کے ایک ادھیڑ عمر جولاہے کے عقد میں چلی گئی جس کی
...حال ہی میں فوت ہوئی تھی۔ بخت جہان اُسے اکثر یاد کرتا اور اُس کا تکبر اور بانکپن ریزہ ریزہ ہو جاتا۔ صغراں
...بھی نہ بھلائی جاتی تھی۔ ...کو تھے نہیں۔

بخت جہان کی حویلی کی پچھلی دیوار سے اپنی کچی اینٹیں گارے سے جما کر برکت عرف کلو نے سر چھپانے کے

لیے دو کوٹھڑیاں خود اپنے ہاتھوں سے تعمیر کر لی تھیں جس میں اُس کا چاچا بخت ایک عسرت زدہ زندگی بسر کرتے تھے۔ اگرچہ جاٹ تھا پر اُس کی زمین نہ ہونے کے برابر تھی اور وہ کمی کمینوں سے بھی کمتر سطح پر جیتا تھا۔

چھیمو اُس کی سب سے بڑی بیٹی منہ چٹ لگتی اتنی چھوٹی نہ تھی جتنی لگتی تھی۔. مسکین شکل کی بے چارگی اور معصومیت کی تصویر چھیمو کو کوٹھے ناپنے پر ملکہ حاصل تھا۔. وہ اُس فن میں ایسی ماہر تھی کہ گرمیوں کی راتوں میں کوٹھوں پر خوابیدہ لوگوں کی چارپائیوں کے درمیان میں سے یوں دبے پاؤں گذر جاتی کہ انھیں خبر تک نہ ہوتی تھی اور جب وہ ایک کوٹھے سے دوسرے کوٹھے پر اترنے کے لیے چھلانگ لگاتی تو مجال ہے اُس کے پاؤں کی دھمک سنائی دے جائے۔. اُس کے پاؤں نہیں بلی کے پنجے تھے۔. تقریباً ہر گاؤں میں ایک دو لڑکیاں ایسی ہوتی ہیں جو کوٹھے ناپنے کی ماہر ہو جاتی ہیں۔. انھیں چسکا لگ جاتا ہے، مرد کے بدن کا نشہ لگ جاتا ہے اور وہ رہ نہیں سکتیں اور اپنے کسب میں ایسا کمال حاصل کر لیتی ہیں کہ جب چارپائی کے سارے انگ شور برپا کرنے کے درپے ہوتے ہیں تو وہ انھیں ساکت اور خاموش رکھنے پر قادر ہوتی ہیں۔. کسی کو کچھ پتہ نہ چلتا تھا کہ چھیمو کب گئی اور کب آئی۔. صرف بخت جہان تھا جسے خبر ہو جاتی۔. اُس کے اندر ایک حس تھی جو ذرا سی دھمک سے بھی بیدار ہو جاتی۔. بلی دیوار سے کود کر صحن میں دبک جاتی تو وہ اُس کے پاؤں کی آواز بھی سُن لیتا۔. وہ اُس چھیمو کی شبانہ اُچھل کود سے بے حد بیزار تھا۔.

بھری گرمیوں کی ایک رات تھی اور وہ بھی چاندنی سے بھری ہوئی، روشنی سے ننگی ہوتی رات جب بخت جہان نے تنور کی [illegible] یاں اُپلوں کی مہک والے گاڑھے دودھ اور دبیز سنہری بالائی کے ساتھ اپنے شکم میں اُتاری تھیں، حقے کے چند کش لگائے تھے اور اپنی چارپائی پر دراز ہو گیا تھا۔. پر اُس نے نیند کو اپنی آنکھوں میں اترنے سے روک رکھا تھا۔.

وہ چھیموں کے پاؤں کی دھمک کا منتظر تھا۔.

دو تین راتیں تو بے کار گئیں۔

تب چوتھی شب جب رات گہری ہو رہی تھی۔. کل دنیا پور یہاں تک کہ کتے بھی خوابیدہ ہو چکے تھے۔. جوہڑ سے آنے والی ہواؤں میں بُو اور کیچڑ کی ہلکی سی سڑاند اور بوسیدہ مہک تھی، بخت جہان نیند سے مغلوب ہونے کو تھا جب اُس کے کانوں کے پردوں پر پاؤں اور کچے کوٹھے کے ملاپ سے جنم لینے والی ایک مدھم سی دھمک ہوئی اور اُس نے جھٹ سے چندھی آنکھیں کھول دیں۔... چھیمو اُس سے کچھ دور اُس کے کوٹھے پر اترنے کے بعد ایک ایسے کھلاڑی کی مانند جس نے ایک لمبی چھلانگ لگائی ہو اور اب اپنے پنجوں پر آرام کر رہا ہو دم روکے بیٹھی تھی۔. منتظر تھی کہ اُس کے چھت پر کودنے سے ہلکی سی دھمک وجود میں آئی تھی وہ زائل ہو جائے اور وہ بے پاؤں چلتی صرف تین اور کوٹھے ناپ کر تیلیوں کے اُس منڈے کے پاس پہنچ جائے جس کے پاس تیل کے علاوہ اور بہت کچھ جلانے کے لیے تھا۔.

بخت جہان نے ایک شاطر شکرے کی مانند انگڑائی لی اور چارپائی سے اُٹھتا ہوا کوٹھے پر جا پہنچا اور پنجوں پر آرام کرتی دم روکے چھیمو کو جا دبوچا۔.. وہ جو دم لینے کو تھی اُس کا دم اٹک گیا اور دبوچی رہی۔.

جوہڑ کی جانب سے آنے والی مہک میں جب سویر کی ٹھنڈ گھلنے لگی۔. کوٹھوں پر نیند میں مدہوش لوگ اُس ٹھنڈ

UrduPhoto.com